معجزات و کرامات

تحریر: محمود مرزا جہلمی، ایڈیٹر ہفت روزہ صدائے مسلم جہلم

معجزہ عقل کو عاجز کر دیتا ہے۔ یعنی ظہورِ معجزہ کے ساتھ وہ مادی اسباب موجود نہیں ہوتے جو اصولی طور پر ہر فعل کے ارتکاب کیلئے لازمی اور لابدی ہوتے ہیں۔ واقعہ تو سامنے رونما ہوتا ہے مگر ضروری اسباب سامنے نہیں ہوتے اور دیکھنے والے کی عقل حیران رہ جاتی ہے۔ مثلاً حضور اقدس ؐ معراج پر تشریف لے گئے۔ اب عقل کہتی ہے زمین کی کشش ثقل سے کیسے آزاد ہوئے۔ اتنی بلندی پر بغیر زینے کے کیسے چڑھ گئے۔ خلا میں کیسے سفر فرمایا۔ وہاں تو ہر شئے وزن کھو بیٹھتی ہے اور ہمیشہ کیلئے ساکت و جامد ہو جاتی ہے۔ وہاں آکسیجن نہیں تو حضور اقدس ؐ سانس کیونکر لیتے رہے مگر .... میری عقل عاجز نہیں ہوئی۔ میری عقل نے اصل تک رسائی پائی اور اسرٰی سے پہلے ﴿سبحان الذی ....﴾ نے ہی سارا مسئلہ عقلی طور پر بھی ثابت کر دیا۔ اللہ باری تعالیٰ نے نظامِ کائنات اسباب پر ہی قائم فرمایا ہے۔ مگر وہ قیوم ہے، وہ تو اسباب کا پابند نہیں ہے۔ وہ کسی عادت کا پابند نہیں۔ ہم تم اسباب و عادات کے پابند ہیں۔ وہ جب چاہے عادت سے ہٹ کر بغیر ظاہری اسباب کی موجودگی کے کوئی خارقِ عادت کرشمہ دکھا دے تو اسے کون پوچھنے والا ہے۔ سو معجزاتِ انبیاء، اللہ تعالیٰ کی ان قدرتوں کا نمونہ ہیں۔ جو بحیثیت خالق و مالک کائنات اس کی ذات اقدس کا وصف ہیں۔ بادِ شرق کا چلنا، گھٹا کا آنا، رعد و برق کا ہونا، بارش سے پہلے کے اسباب ہیں۔ یہ عادت ہے مگر ہم تم بارہا دیکھتے ہیں کہ یہ اسباب بن تن کر آئے۔ سحابِ کرم زمین کو چومنے لگا۔ یوں نظر آنے لگا کہ چھم چھم ہوا چاہتا ہے۔ مگر سب کچھ بن برسے ہی گزر گیا۔ آخر کیوں؟ جغرافیائی اور عقلی اور معمولی اسباب و علامات کے ہوتے ہوئے بارش کیوں نہ ہوئی؟ یہی کہ امرِ ربی نہ ہوا۔ بعینہٖ اگر وہ ذات اقدس بغیر ان جغرافیائی، عقلی اور معمولی اسباب کے آسمان نیلی فام سے اپنے کرم کی برکھا برسا دے تو اس کا ہاتھ کون روک سکتا ہے؟ سو میرا موقف یہ ہے کہ معجزات کے سامنے ہماری عقلیں عاجز تو ہیں لیکن اس سے یہ مراد نہیں لی جاسکتی کہ معجزات پر ایمان لانے کیلئے بندے کو بے عقل ہونا پڑتا ہے۔ اسلام اپنی پوری دعوت کی بنیاد

﴿لعلکم تعقلون﴾ اور ﴿لعلکم تتفکرون﴾ پر رکھتا ہے۔ سو میرے نزدیک وجود باری تعالیٰ، ملائکہ مقربین، انبیائے کرام پر نزول وحی، ان کے معجزات، حشر نشر، جنت دوزخ گویا ایمان بالغیب کا پورا سسٹم نہایت ہی ٹھوس عقلی بنیاد پر کھڑا ہے۔ میری عقل کہتی ہے یہ سب کچھ اسی طرح ہونا چاہئے تھا۔ یہی وجہ ہے کہ میرے نزدیک دیگر ادیان، باطل ہیں کیونکہ ان کی دعوت غیر عقلی بنیادوں پر ہے۔ میں نے اسلام کو اپنے عقل وشعور کے ساتھ قبول کیا ہے۔ اسی طرح ہمارے تمام مسلمان بھائیوں کا ایمان بالغیب، عقل کا سوچا سمجھا فیصلہ ہے۔

ہمارے ہاں ایک رواج ہے کہ لوگ معجزات کو غیر سائنسی دعویٰ کہہ کر ان کی توجیہ کرنے لگ جاتے ہیں۔ یہی پہلی ٹھوکر ہے۔ سائنس بیچاری تو اپنی لیبارٹری میں مادہ سے بحث کرتی ہے۔ علت ومعلول کے رشتے تلاش کرتی ہے مگر معجزہ کوئی مادی شئے نہیں۔ لہٰذا وہ بے چاری اس غیر مادی کرشمہ کی کیونکر تعبیر کرے گی۔ کئی بزرگانِ سلف معجزات کی مادی تعبیر کرنے میں بڑی دور کی کوڑی لاتے رہے۔ مثلاً اصحابِ فیل (ہاتھی والے) کے واقعہ کی مادی توجیہ کرتے ہوئے ابابیل کو ''منجنیق''، کنکروں کو ''پتھر'' اور فیل (ہاتھی) کو اس دور کا ''ٹینک'' کہہ دیا۔ حالانکہ یہ واقعہ حضور اقدسؐ کی پیدائش مبارک سے صرف پچاس دن پہلے، اہل مکہ کی آنکھوں کے سامنے پیش آیا۔ جب سورۃ ''الفیل'' نازل ہوئی تو اہل مکہ ابھی حضورؐ کی مخالفت پر کمربستہ تھے۔ اگر یہ واقعہ اس طرح پیش نہ آیا ہوتا جس طرح قرآن مجید میں بیان ہوا ہے تو کفار مکہ اس کی تردید کرنے میں پورا زور لگاتے جس طرح انہوں نے معراج شریف کو تسلیم نہ کیا تھا۔ اسی طرح بعض بزرگوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی بن باپ پیدائش کی یہ مادی توجیہ کی ہے کہ دراصل ان کے والد یوسف نجار نامی کوئی بزرگ تھے۔ وہ چونکہ مجہول الاحوال تھے اور وہ مریمؑ سے نکاح کے کچھ عرصہ بعد کہیں گم ہو گئے تھے۔ پھر اس نکاح کی تشہیر بھی نہ ہوئی تھی، اس لئے قرآن مجید نے انہیں عیسیٰ ابن مریم کہہ دیا۔ یہ اور اس قسم کے دیگر حیلے دراصل، انسان کی اپنی ہی سرگردانی ہے ورنہ عقل یہ کہتی ہے کہ جس خالق نے آدمؑ کو مٹی سے پیدا کر لیا اس کیلئے عیسیٰ کو باپ کے بغیر پیدا کرنا کیا مشکل تھا۔ حضرت عیسیٰؑ کی کم از کم والدہ تو تھیں جبکہ حضرت آدمؑ کے والد نہ والدہ! اگر ہم حضرت آدمؑ کی تخلیق پر حیران نہیں ہوتے تو عیسیٰ ابن مریمؑ کی تخلیق میں کیا اشکال ہے؟

قرآن مجید میں معجزات کو آیات کہا گیا ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی زبردست قدرت کی نشانیاں

ہیں۔ معجزات اور سحر یا شعبدہ میں بنیادی فرق یہ ہوتا ہے کہ معجزات حقیقی ہوتے ہیں اور سحر یا شعبدہ غیر حقیقی ہوتا ہے۔ مثلاً: حضور اقدس ﷺ کی انگشتانِ مبارک سے جو پانی جاری ہوا تھا وہ صحابہؓ نے پیا اور پیاس بجھ گئی۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی جادوگر بھی کہیں سے پانی بہادے مگر وہ پانی محض فریبِ نظر ہوگا اور اگر کوئی پیاسا اسے پینے کی سعی کرے گا تو اس کے ہاتھ کچھ نہ آئے گا۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے شعبدہ بازوں کو کاغذ کے پرندے بنا کر اڑاتے دیکھا ہے لیکن انہیں ہاتھ لگایا تو محض کاغذ کا پرزہ ہی تھے جبکہ عیسیٰ علیہ السلام کے بنائے ہوئے پرندے گوشت پوست کے جاندار ہوتے تھے۔

اب تک کی گزارشات سے ہم نے یہ ثابت کیا ہے کہ معجزات و آیات اللہ کی زبردست قدرت کا اظہار ہوتے ہیں۔ ہجرت کی رات حضور اقدس ﷺ کا، اپنے گھر کا محاصرہ کرنے والوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنا، اللہ کا فعل تھا۔ ہاتھ نبی ﷺ کا تھا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کا مردہ کو زندہ کرنا، اللہ کے اذن سے تھا۔ دوسری بات یہ ثابت کی ہے کہ معجزات حقیقی ہوتے ہیں۔ تیسری بات یہ کہ ان پر ایمان لانے کیلئے بے عقل ہونا نہیں پڑتا۔ جب ہم نے ایک بار اپنی عقل کے فیصلے کے تحت اللہ تعالیٰ کو اس کے اسمائے حسنیٰ اور صفات عالیہ کے ساتھ اپنا الٰہ مان لیا ہے تو اسکی زبردست قدرت کی آیات کو مان لینے میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔

ایمان کی شان ہی یہ ہے کہ وہ بالغیب ہو اور اگر اللہ تعالیٰ کسی دن ہمارے آنگن میں اتر آئیں تو پھر سبھی ان پر ایمان لے آئیں گے۔ یہ ایمان مشاہدہ پر مبنی ہوگا۔ اب کون ہوگا جو انکار کرے گا؟ عقل کا تقاضا ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مستور و مکتوم رہ کر ہم سے اپنی ذات اقدس پر ایمان لانے کا مطالبہ فرماتے اور یہ آیات، اس کے وجود بالغیب پر زبردست عقلی دلائل ہیں۔ انہیں دیکھ کر انسان کہہ اٹھتا ہے کہ ان کے پیچھے جو قوت کارفرما ہے، وہ واقعی ہمارا الٰہ ہے۔

ختم نبوت کے ساتھ ہی نزول وحی کا سلسلہ ہمیشہ کیلئے منقطع ہوگیا۔ البتہ اللہ تعالیٰ رؤیائے صادقہ کے ذریعے جب چاہیں اپنے کسی بندے کو پیش آنے والے حالات و واقعات کا کوئی جزوی یا کلی علم عطا فرما دیتے ہیں۔ اسے آپ کرامت کہہ سکتے ہیں۔ ہم استخارہ اسی رہنمائی کیلئے کرتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ بندے کی راہنمائی فرما دیتے ہیں۔ یہ سراسر اس کی عطا ہے۔ تعبیر خواب کا علم بھی آسمانی ہی ہے۔ عموماً ہم اپنے خواب کسی متدین اور صاحب علم شریعت معبر کو سناتے ہیں اور تعبیر پوچھتے ہیں۔ یہ ایک الگ باب ہے۔ دعا کی قبولیت بھی ایک گونہ گو کرامت کے تحت ہی آتی ہے۔ لیکن دعائیں تو کفار کی بھی مستجاب ہوتی

ہیں اور رؤیائے صادقہ فرعون اور عزیز مصر کو بھی دکھائی گئیں۔ ان کی جو تعبیریں بتائی گئیں وہ ہو بہو درست ثابت ہوئیں۔ فرعون کی ہر تدبیر کے باوجود، موسیٰؑ کے ہاتھوں اس کی حکومت تباہ ہوئی اور وہ بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرنے کے بعد بھی، خواب کی تعبیر کو متشکل ہونے سے نہ روک سکا۔ سیدنا یوسفؑ نے بندی خانے میں جن دو قیدیوں کے خواب سن کر تعبیر بتائی تھی وہ بھی سچے خواب تھے۔ اس لئے ہم نہیں کہہ سکتے کہ سچے خوب صرف نیک بندوں کو ہی دکھائے جاتے ہیں۔ قحط کے بارے میں جو خواب عزیز مصر نے دیکھا تھا، وہ بھی سچا تھا مگر عزیز مصر کا مسلمان ہونا کسی قرینے سے ثابت نہیں ہوتا۔ حضور اقدسؐ نماز فجر کے بعد بسا اوقات اپنے صحابہ کرامؓ سے رات کو دیکھے گئے خواب سنا کرتے تھے اور ان کی تعبیریں بیان فرما دیا کرتے تھے۔

ان ساری معروضات سے ظاہر ہے کہ رؤیائے صادقہ مسلم و غیر مسلم دونوں کو دکھائے جاتے ہیں۔ البتہ ہمیں یہ روایت ملی ہے کہ نیک مسلمانوں کے خواب کو ہم ان کی کرامت کہہ دیتے ہیں اور ایسا کرنے میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔ لیکن ہوا یہ کہ بزرگانِ سلف سے ایسی ایسی کرامات منسوب کی جانے لگیں جو نہ صرف روایت و درایت کی میزان پر کبھی نہ پرکھی گئیں بلکہ بے بنیاد اور خیالی قصے کہانیاں ضخیم کتب کی شکل میں مرتب ہو گئے۔ یہ قصے گھڑنے والوں نے انہیں انبیائے کرامؑ کے معجزات کی طرز پر تراشا ہے۔ ہمیں نہایت ہی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ وضعی کرامات، بیشتر صورتوں میں معجزات کو بھی پیچھے چھوڑ جاتی ہیں۔

قارئین کرام کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارکہ کو روایت کے کڑے معیار پر پرکھا گیا۔ ان کی صحت پر قابلِ اعتماد شہادت پیش کی گئی۔ راویانِ کرام کے علم، حافظہ، تقدس، امانت اور تقویٰ کا جائزہ لیا گیا۔ پھر یہ بھی دیکھا گیا کہ ایک راوی نے دوسرے راوی تک واقعی رسائی بھی پائی تھی۔ یوں اسمائے رجال حدیث کا ایک مستند بحر بے کراں وجود میں آیا۔ احادیث کی درجہ بندی ہوئی۔ آئمہ حدیث نے ایسی تحقیقی کاوش کی کہ جس کی مثال دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا مؤرخ پیش نہیں کر سکا۔ تب جا کر ہم حدیثِ رسولؐ کی صحت پر ایمان لاتے ہیں مگر تذکرہ ہائے کرامات کا سارا انحصار ایسی عقیدت پر ہے جس کی پشت پر کوئی علمی اور تحقیقی حوالہ موجود نہیں ہے۔ آخر کیوں؟

صحاح ستہ کے عظیم القدر آئمہ نے اپنی اپنی الگ الگ تحقیق کی اور بیشتر صورتوں میں ایک جیسے نتائج پر پہنچے یہی وجہ ہے کہ صحاح ستہ کا بیشتر حصہ ایک دوسرے کا مؤید ہے۔ لیکن ان وضعی کرامات کو یہ ''شرف''

حاصل ہو گیا کہ انہیں بغیر کسی ثبوت کے قبول کر لیا گیا۔ آج ہم کسی حدیث کا حوالہ دیں تو جھٹ سوال کر دیا جاتا ہے کہ صحاح ستہ میں سے نکال کر دکھائیں مگر ان کرامات کا کوئی راوی بیان نہیں کیا جاتا۔

کرامت کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اس کا ماننا نہ ماننا صوابدیدی ہے۔ بجا! پر اتنا اہتمام تو ضرور کر لینا چاہیئے کہ علمائے اسلام ان کی چھان پھٹک کریں۔ اصول روایت نہ سہی کم از کم درایت کی روشنی میں یہ دیکھیں کہ ان میں سے کونسی کرامات غارت گر ایمان ہیں۔ مجھے خواجہ نظام الدین اولیاء کی ''ہنوز دلی دور است'' والی کرامت کو تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہیں مگر میں مندرجہ ذیل کرامات شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی طرف اہل علم اور خاص طور پر علمائے اسلام کی توجہ منعطف کرانا چاہوں گا اور یہ پوچھوں گا کہ کیا یہ کرامات ہیں یا ذات باری تعالیٰ کی اتھارٹی کو چیلنج ہے۔

اللہ تعالیٰ جب اور جس پر اپنی رحمت کا ابر کرم برسانا چاہتے ہیں تو کسی سے پوچھتے ہی نہیں۔ وہ حاکم علی الاطلاق اور ملیک مقتدر ہیں۔ وہ بسا اوقات اپنے عباد کی عبودیت پر خوش ہو کر ان کے ہاتھ اٹھانے سے پہلے ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت سے سرفراز فرما دیتے ہیں۔ ﴿واللہ یختص برحمتہ من یشاء﴾ کے قرآن کے حکم میں یہی مضمون بیان ہوا ہے۔ مگر وہ ''عباد'' جنہیں وہ ''عبادی'' کا خطاب دیتا ہے، اپنی خواہشات کے غلام نہیں رہتے بلکہ ہمیشہ اس کی رضا کے جویا رہتے ہیں اور اپنی زبان کو بھی اپنی خواہش سے حرکت نہیں دیتے بلکہ: ﴿وقال صوابا﴾ کا پیکر بن جاتے ہیں اور پھر انہیں بقول مولانا روم یہ مقام عطا کر دیا جاتا ہے ۔

گفتۂ او، گفتۂ اللہ بود   گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

سیدنا عمر فاروقؓ دربار رسالت مآبؐ میں عرض گزار تھے کہ شراب خانہ خراب کو حرام ہونا چاہیئے مگر حضور اقدسؐ وحی کے بغیر ایسا حکم نہ صادر فرماتے تا آنکہ یہ حکم نازل ہوا اور آپؐ نے حضرت عمرؓ کو بلا کر اس حکم سے آگاہ کیا۔ عمر فاروقؓ ہی یہ چاہتے تھے کہ امہات المومنینؓ دولت کدہ نبوت سے باہر نہ تشریف لایا کریں۔ فرش پر عمر کی اس تمنا کو عرش سے پردہ کے حکم کی شکل میں پورا فرمایا گیا مگر یہ کرامات و تشریفات و مباہات، بندے کے عجز و انکسار کے انبار پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحسین و آفرین تو ہیں مگر یہ اس کے اختیارات پر کسی کے تجاوز کا ثبوت نہیں ہے۔

ہم اولیاء اللہ کے ادب، احترام اور مقام سے بخوبی آگاہ ہیں لیکن ہمارے اولیاء اللہ، انبیائے

کرام کے مدمقابل نہیں ہیں اور خدائی کے ایک بٹا گیارہ (1/11) حصہ کے مالک نہیں ہیں۔ وہ عزرائیل علیہ السلام سے مردوں کی قبض کردہ ارواح نہیں چھینتے اور نہ ہی وہ جبار و قہار اللہ تعالیٰ سے ناراض ہوتے ہیں۔ مولانا میاں محمد بخش صاحب نے سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کی مدح اپنی سیف الملوک میں لکھی ہے۔ یہ مدح، ممدوح کو انبیائے کرامؑ کے مقابل لاکھڑا کرتی ہے۔

اہل سنت اور اہل حدیث مسئلہ عصمتِ انبیاءؑ پر متفق ہیں کہ دنیا میں معصوم عن الخطاء صرف اور صرف انبیائے کرامؑ ہیں کیونکہ وہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتے تھے۔ کوئی غیر نبی ہستی بیشک وہ بہت ہی پاکباز، عبادت گزار، صائم الدہر اور قائم اللیل ہو، بارگاہ قدس میں مستجاب الدعوات اور ولایت کی معراج پر سرفراز ہو مگر اسے کسی بھی قرینے سے انبیائے کرامؑ کے مقابل نہیں لایا جاسکتا۔ لیکن اس مدح میں نہ صرف یہ تقابل کیا گیا بلکہ شیخ موصوف کو انبیائے کرام کا ہم پلہ ٹھہرایا گیا ہے ۔

نانک دادک ولوں اُچا سُچا حسبوں نسبوں نبیاں نالوں گھٹ نہ رہیا ہر صفتوں ہر وسیوں

یعنی: ''شیخ ننھیال دھدیال کی طرف سے پاکیزہ نسب ہیں اور ہر صفت اور مال کے لحاظ سے انبیاء سے کم نہیں ہیں۔''

باقی باتوں کو تو چھوڑیئے ... صرف نبوت، رسالت اور وحی پر ہی نظر کریں۔ پھر عصمتِ انبیاء پر غور فرمائیں۔ اگر شیخ موصوف نبیوں سے ''گھٹ'' نہیں ہیں تو پھر لامحالہ یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ نبی تھے، ان پر وحی اترتی تھی اور وہ معصوم عن الخطاء تھے۔ نانک دادک سے وہ سچے اور اُچے تھے، بجا! پر نبیوں سے ''گھٹ'' ہی نہ تھے بلکہ اس محترم ومقدس گروہ سے ان کا ایک امتی کا تعلق تھا۔ یہاں اس حدیث شریف کا سہارا نہیں لیا جاسکتا۔ جس میں آقائے نامدارؐ نے فرمایا: ''میری امت کے علما، بنی اسرائیل کے انبیاءؑ جیسے ہیں'' علمائے امت محمدیہ کو جو یہ شرف عطا ہوا ہے تو اس کا سبب یہ نہیں کہ اول الذکر، موخر الذکر کے مدمقابل ہیں۔ وہ سبب اولاً ... علم کی فضیلت اور ثانیاً ... تبلیغ اسلام کی وہ دائمی ذمہ داری ہے۔ جو امت محمدیہؐ کے علمائے حق پر ختم نبوت کے نتیجے میں عائد ہوتی ہے۔ پھر علماء کی فضیلت ہی کیلئے انہیں انبیائے کرام کا وارث بھی قرار دیا گیا ہے۔ لیکن ان دونوں احادیث میں علماء کو انبیاء کا مقابل نہیں بنایا گیا ہے بلکہ ان کا خادم ثابت کیا گیا ہے۔ جبکہ اس مدح میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو ہر وصف کے اعتبار سے انبیاء کا ہم پایہ کیا گیا ہے۔ نبی کو جو وصف، دیگر انسانوں سے ممتاز کرتا ہے، وہ وحی ہے۔ اس کا مخصوص من اللہ ہونا ہے۔

اس کا معصوم عن الخطا ہونا ہے۔ کیا قائل کا یہ مقصود ہے کہ شیخ میں یہ اوصاف بھی تھے؟ اگر تھے تو وہ نبی تھے اور اگر نہیں تھے تو یہ تقابل اور اس کا نتیجہ جو شاعر نے اخذ کیا ہے، حد درجہ گمراہ کن ہے۔ اب یہ شعر دیکھئے ۔

100 برساں دے موئے جوائے سکے نیر وگائے　　　کھسے روح فرشتے ہتھوں لکھے لیکھ مٹائے

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ کسی عورت کے ہاں شیخ کی دعا سے بیٹا پیدا ہوا۔ اگر معاملہ اتنا ہی ہوتا تو ہم اس سے اتفاق کر لیتے مگر بات اس سے آگے کی ہے اور وہ یہ کہ وہ عورت، اپنے بیٹے کی درازیٔ عمر کیلئے شیخ کے نام کی گیارھویں دیا کرتی تھی مگر ایک دن اس کا بیٹا مر گیا۔ اس عورت نے شیخ کے نام کی دہائی دی اور شیخ نے جو شہباز لامکانی تھے، زقند لگائی اور ملک الموت کو جا لیا اور اس سے اس لڑکے کی روح کی واپسی کا مطالبہ کیا مگر اس نے انکار کیا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قضا کا پابند تھا۔ اس پر شیخ نے اس سے وہ زنبیل چھیننے کی کوشش کی جس میں ارواح تھیں اور چھینا جھپٹی میں اس لڑکے کی روح سمیت کئی دیگر روحیں آزاد ہو گئیں۔ نتیجتاً ... وہ لڑکا اور دیگر کئی مردے زندہ ہو گئے۔ ادھر فرشتہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوا اور جو گزرا تھا، بیان کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں کیونکہ اگر غوثِ اعظم ساری ہی روحیں آزاد کر دیتے تو بھی وہ کچھ نہ کر سکتا تھا.. یہ امت ہے یا الوہیت؟ کیا کوئی صحیح الدماغ انسان یہ تسلیم کر سکتا ہے کہ واقعی یہ سب کچھ اسی طرح رونما ہوا ہوگا؟ کیا اللہ تعالیٰ، اپنے کسی بندے کو ایسا بھی ''غوث'' بناتے ہیں جس کے سامنے وہ خود ہی بے بس ہو جائیں۔ کیا ایسی کرامات غارت گر ایمان نہیں ہیں؟ کسی غیر اللہ کو غوث کہنا ہی بڑی جسارت ہے مگر اندھی عقیدت نے پہلے کئی غوث بنائے اور پھر شیخ عبدالقادر کو غوث الاغواث بنا ڈالا...

ے　کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا؟

اندھی عقیدت کے کارخانے دن رات ایسی کرامات تراشتے اور اولیاء کے تذکروں اور قصوں کی صدرت میں شائع کرتے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ کارخانۂ قدرت بس انہی کرامات کے صدور وظہور کیلئے رہ گیا ہے۔ مگر لامکان کے شہباز، قضا و قدر کے فیصلوں کو بزور بدل دینے والے اور مشاہدۂ حق سے سدا نہال رہنے والے، امت مسلمہ کی حالتِ زار کو نہیں دیکھتے اور نہ اس زوال امت کو، اقبال میں بدلنے کیلئے اپنے اختیارات کو بروئے کار لاتے ہیں۔

اس مدح میں ایک راندۂ درگاہ ولی کا قصہ بھی مذکور ہوا ہے جو کسی گناہ کی وجہ سے معتوب ہوا اور سینکڑوں کاملین کی خدمت میں حاضر ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے اسے معافی لے دیں مگر اس کی خطا کی سنگینی ایسی تھی کہ کوئی بھی اس

کی سفارش پر تیار نہ ہوا۔ آخر وہ عاصی، شیخ عبدالقادر کی خدمت میں گیا۔ شیخ نے اس کی سفارش کی مگر مستجاب نہ ہوئی جس پر وہ ناراض ہو کر چل پڑے۔ ابھی ایک قدم ہی اٹھایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ناراض نہ ہوں۔ لیجئے میں اس گناہ گار سمیت ایک ہزار گنہ گاروں کو بخش دیتا ہوں مگر شیخ نہ مانے اور دوسرا قدم اٹھایا۔ اللہ تعالیٰ نے پھر فرمایا: ناراض نہ ہوں ہم اس کے سمیت دو ہزار گنہ گاروں کو بخش دیتے ہیں مگر شیخ نہ مانے اور تیسرا قدم اٹھا لیا۔ اب اللہ تعالیٰ نے اس سمیت تین ہزار خطا کاروں کو بخش دینے کا اعلان فرمایا۔ تب کہیں شیخ مانے۔ یہ کرامت ہے یا اللہ تعالیٰ سے جنگ ہے۔ سوچ کر بتایئے کیا اللہ کا کوئی بندہ اللہ کے دربار میں ''رس ٹریا'' کا ارتکاب بھی کر سکتا ہے۔ جو لوگ اس قسم کی کرامات بیان کرتے اور جھومتے ہیں انہیں کچھ تو خوف کرنا چاہئے۔ وہ بیان کرامات کی رو میں بہتے بہتے اپنا سب کچھ بہا دیتے ہیں۔ لوگو! عقل کے ناخن لو۔ تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا ہے۔ تم اولیاء اللہ کو جبار و قہار اللہ تعالیٰ سے ناراض بھی کرا سکتے ہو۔ لوگو! ہوش کرو، تم اس ذات جل وعلا سے ذرہ نہیں ڈرتے ہو، جس کے سامنے میدان حشر میں آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء سفارش کرنے سے ڈرتے ہوں گے۔ تم اس سے شیخ عبدالقادر کو ''رُس ٹریا'' دکھاتے ہو۔ بلکہ یہ بھی کہتے ہو ۔

نبیاں تے جد اوکڑ آئی روح میراں دا بہنا   مشکل حل کرائی ہر دی قرب شاہاں دا بہتا

جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہو کہ انبیاء پر مشکل پڑی تو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی روح ان کی مشکل کشائی کو آئی، ان کے فہم وادراک سے اپیل کرنا کارِ خیر ہے مگر میں نہایت ہی جذبۂ خیر خواہی کے ساتھ التجا کرتا ہوں کہ یہ کرامات نہیں ہیں بلکہ بموجب حکم قرآن شیطان کی اپنے خبط زدہ پیروکاروں کی طرف وحی ہیں۔ ہمارے بھائی جو ان کرامات پر سر دھنتے ہیں وہ رسول اللہؐ سمیت تمام انبیاء کو مشکل کشا مانتے ہیں مگر اس مدح میں شیخ کی روح کو انبیاء کا بھی مشکل کشا کہا گیا ہے۔ کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ شیخ انبیاء کے بھی غوث تھے۔ اور اگر تھے تو کیا ان کا درجہ و مرتبہ رسول اللہؐ سمیت تمام انبیاء سے بڑا نہیں ہو جاتا؟ کیا یہ وہ مقام نہیں کہ جہاں توبہ واجب ہوتی ہے۔ آخر لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے کیوں اتنی مایوسی ہو گئی ہے کہ وہ ایک نہیں سینکڑوں غوث بناتے ہیں، پھر ان اغواث کے غوث الاغواث بناتے ہیں اور پھر ان کو انبیاء کا مشکل کشا بناتے ہیں۔ میاں محمد بخش صاحب ان کرامات کے خالق نہیں بلکہ راوی ہیں۔ وہ عالم آدمی تھی۔ کاش وہ ان روایات پر اسلام کے بنیادی عقائد کی روشنی میں ناقدانہ نگاہ ڈالتے مگر انہوں نے انہیں اپنی کتاب میں منظوم کرکے، اندھی عقیدت کے شکار لوگوں کیلئے سند بنا دیا۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو گیارہویں والا کیوں کہا جاتا ہے۔ یہ روایت ازل سے چلتی ہے کہ

جب قسّامِ ازل حکومت، سلطنت، رزق، اولاد، نبوت اور ولایت سب تقسیم کر چکا تو ایک بندہ حاضر ہوا اور کہنے لگا مجھے تو کچھ بھی نہیں ملا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہمیں تو تمہاری یاد ہی نہ رہی۔ اب تو ہمارے پاس دینے کو کچھ بھی نہیں رہا لہٰذا اپنی خدائی میں سے 1/11 حصہ تمہیں دیتے ہیں۔ یہ بندہ شیخ عبدالقادر تھے۔ جن لوگوں نے یہ روایت تراشی اور جن لوگوں نے اسے قبول کیا وہ یہ نہ سوچ سکے کہ وہ ذات باری تعالیٰ میں نسیان کا نقص ڈال رہے ہیں جبکہ وہ ہر قسم کے نقائص سے منزہ ہے۔ یہ کہ اس نے خدائی کا 1/11 حصہ دیا یا نہ دیا اور شیخ غوث ہوتے یا نہ مگر جس نے یہ مانا کہ اللہ تعالیٰ کو بھول بھی ہو سکتی ہے، اس کا سرمایہ ایمان لٹ گیا۔ ایمان ہی جاتا رہا مگر کرامت باقی رہ گئی!

میں علمائے اسلام سے دست بستہ عرض کرتا ہوں کہ کرامات کے سارے ذخائر کو کم از کم اسلام کے بنیادی عقائد کی روشنی میں دیکھیں اور اس قسم کی غارت گر ایمان روایات کی تخریج کریں۔ گلزار لطیف میں بھنگ کے مٹکے دودھ میں بدلتے دکھائے گئے ہیں اور جسم عریاں پر سے حریر و پرنیاں کے تھان اترتے بتائے گئے ہیں مگر یہ کوئی نہیں سوچتا کہ کسی مقرب الہٰ کے ڈیرے پر بھنگ اور عریانی کا کیا کام تھا۔ وہ عریاں کیوں تھے۔ بھنگ وہاں کیوں آتی تھی۔ کیا یہ بھی کسی فقہ میں لکھا ہے کہ اولیاء اللہ کے ڈیروں پر بھنگ، عریانی اور مجرا بھی ہوا کرے گا۔ جب کوئی مخالف ان کی انسپکشن پر آئے گا تو بھنگ، دودھ، عریانی، سندس اور مجرا نماز میں بدل جایا کرے گا۔ مگر اس سب کچھ پر باطنی دنیا کی چھاپ لگا کر اسے روا (جائز) کر دیا گیا۔ ظاہر و باطن کی یہ تقسیم کس اسلام کی رو سے کی گئی ہے؟ اور یہ کس مسلک کا فرمان ہے ؎ بہ مے سجادہ رنگین کن اگر پیر مغان گوید

ترجمہ: اگر پیر مغان یعنی ساقی کہے کہ اپنے مصلے کو شراب سرخ میں ڈبو تو ایسا کر گزرو۔ کیونکہ وہ منازل سلوک کی راہ و رسم سے واقف ہے۔ تصوف زندہ باد

ہم جانتے ہیں کہ ہماری آواز ان کاخ و ایوان کے کنگروں سے ٹکرا کر پلٹ آئے گی جو ان کرامات اور عقائد پر کھڑے ہیں مگر حدیث نبویؐ ''دین نصیحت ہے'' کے تحت اپنا فرض پورا کر رہے ہیں۔

انبیاء کرام کے معجزات، ان کے دعوائے نبوت کے ثبوت کیلئے تھے۔ مثلاً حضرت موسیٰ کو عطائے نبوت کے ساتھ ہی نو معجزات عطا فرما دیئے گئے۔ انبیاء کی تقویت کیلئے جب مناسب سمجھا، ان کے ہاتھ پر خرق عادت واقعات ظاہر فرمائے۔ وحی بذات خود ایک بڑا معجزہ ہے۔ انبیاء کے زیادہ تر معجزات کسی ضرورت کے تحت تھے اور یہ ضرورت یہی تھی کہ منکرین ان نشانیوں کو دیکھ کر ان پر ایمان لے آئیں۔ ہم پر جس طرح تمام انبیاء پر ایمان رکھنا لازمی ہے۔ اسی طرح ان کے ان معجزات کی تصدیق بھی ضروری ہے۔ جو قرآن نے بیان کئے ہیں۔ اس کے مقابلے

مین کرامت کسی کے دعوائے ولایت کے ثبوت میں ظاہر نہیں ہوتی۔ ولی اس طرح دعوائے ولایت نہیں کرتا جس طرح نبی دعوائے نبوت کرتے رہے ہیں۔ تاہم کہیں معرکہ حق و باطل میں اللہ تعالیٰ اہل حق کے کسی امام کو ایسے حالات میں فتح اور سرخروئی عطا فرمادیں، جبکہ ظاہری حالات میں ایسا امکان نہ ہو تو اسے کرامت کہا جائے گا۔ اور یہ سلسلہ جاری وساری ہے مگر کوئی کرامت ایسی نہیں ہوتی جو اسلام کے بنیادی عقائد و اساسی تعلیمات سے متصادم ہو۔

اس ضمن میں ہماری رہنمائی سلف کے ایک قول سے ہوتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص تمہارے سامنے سیڑھی لگا کر آسمان پر چڑھ جائے اور پھر اتر آئے مگر اس کی زندگی میری سنت کے مطابق نہ ہو تو اسے گمراہ سمجھ لو۔'' گویا کرامت کو سنت نبویؐ کے تحت ہی پرکھا جاسکتا ہے۔ دم کشی اور قوت ارادی کی ان مشقوں کے تحت جو مسمریزم اور ہپناٹزم کے ماہرین نے تجویز کی ہیں، کئی محیر العقول کارنامے ہمالیائی غاروں اور بدھ آشرموں میں دکھائے جاتے ہیں۔ اس ضمن میں مسلم اور غیر مسلم علماء نے کئی کتابیں مرتب کی ہیں۔ آپ ان کتب کا مطالعہ کریں تو اسی نتیجے پر پہنچیں گے کہ بندوں نے بلا مقصد اپنی زندگیاں ان کاموں میں برباد کر دی ہیں۔ اسی طرح جوتش، یوگ اور سنیاس کے پیروکاروں نے آبادیوں سے منہ موڑا اور جنگلوں کو اپنا مسکن بنایا۔ سخت تپسیا اور غیر فطری ریاضت سے جسم و روح کی خداداد صلاحیتوں کو برباد کیا اور زندگی کی تمام لذات اور فرائض انسانی کو تج کر ایسے شعبدے دکھائے جن کی افادیت انسان کی عملی زندگی میں کچھ بھی نہ تھی۔ کوئی پرانے مرگھٹوں میں بیٹھا پرانی کھوپڑیاں تلاش کر رہا ہے۔ کوئی الو کے لہو سے گنڈے لکھ رہا ہے۔ کوئی چوراہوں میں بڑا دے جلا رہا ہے۔ کوئی غلاظت زدہ پرانی عمارتوں میں چمگادڑوں کا خون نکال رہا ہے۔ کوئی آگ کے الاؤ پر معتکف ہے، کوئی ستاروں کے حساب سے انسانی تقدیریں بنا اور بگاڑ رہا ہے۔ کوئی حاکم ستارے بتا رہا ہے۔ کوئی عقیق، زمرد، سنگ یشب سے انسانی قسمتیں سنوار رہا ہے۔ یہ کرامات نہیں ہیں۔ یہ سب کچھ ضعیف الاعتقادی ہے اور انسان کا شرف انسانیت فٹ پاتھوں پر بیٹھے ہوئے نجومیوں، رمالوں اور طوطا فال گروں کے قدموں میں برباد ہو رہا ہے۔ بندۂ مومن، خدا سے منہ موڑ کر ان نام نہاد پامسٹوں کے در پر پڑا ہے۔ جو ہاتھ کی لکیروں سے ''محبوب قدموں'' میں لا ڈالنے کا دعویٰ کرتے ہیں اور یہ ساری پستی اس انسان نے اپنے لئے قبول کر لی ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا تو کہا: ﴿ولقد كرمنا بني آدم﴾ اور جس کے سر پر ﴿أحسن تقويم﴾ کا تاج سجایا۔ مگر اس شاہکارِ خلاق نے اپنے تئیں ﴿أسفل سافلين﴾ کی گہرائیوں میں گرالیا اور یہ سزا ہے حضور اقدس کی تعلیم سے منہ موڑنے کی!

وما توفيقي إلا بالله